اقبالؒ کا فلسفہ اور نفسیاتی علاج

ڈاکٹر نذیر قیصر

چشم بکشائے اگر چشم تو صاحب نظر است
زندگی در پے تعمیر جہان دگر است

نفسیاتی علاج Psychotherapy ذہنی اُلجھنوں اور بیماریوں پر نفسیاتی طریقے سے قابو پانے کا نام ہے۔ جُوں جُوں ذہنی اُلجھنیں اور بیماریاں بڑھتی جا رہی ہیں، ان کے علاج کے مختلف طریقے معرضِ وجود میں آ رہے ہیں۔ ماڈرن انسان کے لیے ان ذہنی اُلجھنوں سے نجات حاصل کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ موجودہ دور کے انسان کی تعریف بجا طور پر یوں کی گئی ہے:

"موجودہ دَور کا انسان وہ انسان ہے جو ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ مایوس زندگی گزار رہا ہے اور ذہنی الجھاؤ میں مبتلا ہے۔"

نتیجتہً موجودہ دَور کا انسان بے شمار نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں میں گھرا ہوا ہے۔ بظاہر اس صورتِ حال کا اقبالؔ کے فلسفۂ فقر (جو دُوسرے معنوں میں اسلام کا فلسفۂ فقر ہے) سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن اگر موجودہ دَور کی "سائیکو تھریپی" کا بغور مطالعہ کریں تو اس کے بعض نہایت اہم مکتبہ ہائے فکر فلسفۂ فقر کی قدروں کی تائید کرتے نظر آتے ہیں جس کا بیان ایک طرف ضروری ہے اور دوسری طرف دلچسپی سے خالی نہیں۔

پہلے مَیں اقبال کا فلسفۂ فقر بیان کروں گا اور پھر مختصر طور پر "ماڈرن سائیکوتھریپی" کے ان نقطہ ہائے نظر پر روشنی ڈالوں گا جن سے فلسفۂ فکر کی پُرزور تائید ہوتی ہے۔

اقبال کا فلسفۂ فقر

اقبال کے نزدیک فقر ایک طرزِ زندگی ہے اور زندگی کے ایک خاص رویئے Attitude کا نام ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفے میں اسے اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس کا تعلق امیری یا مُفلسی سے نہیں۔ ایک امیر بھی فقیر کہلا سکتا ہے اور ایک مُفلس بھی فقیر نہیں ہو سکتا۔ اقبالؔ کہتے ہیں:

ے مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا

(کلیاتِ اقبال، اردو صفحہ ۴۰۹)

گویا اقبال کے نزدیک فقیر ایک ایسا انسان ہے جو ہمارے درمیان رہتا ہے۔ امیری اور مُفلسی سے قطع نظر وہ اپنی زندگی اعلیٰ اقدار سے بسر کرتا ہے۔ مادّی وسائل میسّر آئیں یا مُفلسی ہو، وہ ان اقدار سے روگردانی نہیں کرتا حتّیٰ کہ اُسے ایسا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ عرش سے فرش تک حکمرانی کرتا ہے۔

لہٰذا اقبال کے فلسفہء فقر کو سمجھنے کے لیے فقر کی اقدار اور مقامِ فقر کو، جو میرے نزدیک اقبال کے فلسفہء فقر کے اجزائے ترکیبی یا لازمی عناصر ہیں، سمجھنا چاہیے۔

فقر کی اقدار

فقر کی اعلیٰ اقدار روحانی، مذہبی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی زندگی پر محیط ہیں۔

ا۔ روحانی مذہبی اور اخلاقی اقدار

فقر توحید، شریعت اور اخلاق کا قائل ہے۔ وہ توحید پر یقین رکھتا ہے اور صرف خدا سے ڈرتا ہے۔ سوائے خدا کے کسی کو لائقِ پرستش و تعظیم نہیں سمجھتا۔ اقبال کہتے ہیں:

ے فقر کارِ خویش را سنجیدن است
بر دو حرفِ لاالٰہ پیچیدن است

(کلیاتِ اقبال فارسی صـ۸۱۶)

فقیر قرآنِ پاک پر عمل کرتا ہے

ع برگ و سازِ اُو ز قرآنِ عظیم

(ایضاً)

اور رسولِ کریمؐ کے احکامات کا تابع ہے

ے فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم ایں متاعِ مصطفےٰؐ است

(ایضاً)

فقیر، اسلامی اخلاقیات کے تمام اصولوں کا پابند ہوتا ہے۔

؎ فقر کا مقصود ہے عفّتِ قلب و نگاہ

(کلیاتِ اقبال، اُردو صہ ۳۶۹)

چنانچہ اقبال کے نزدیک فقر کلماتِ کفر بکنے، شریعت سے رُوگردانی اور اخلاقی بے راہ روی کا نام نہیں۔

۲۔ معاشی اقدار

فقیر اپنی روزی خود کماتا ہے۔ اسلام میں مُفلسی کو نظرِ استحسان سے نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی امیر ہونے سے روکا گیا ہے کیونکہ مُفلسی بے شمار بُرائیوں کی جڑ ہے۔ لیکن اس میں دو شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ امیری کسبِ حلال کی وجہ سے ہو، دوسری یہ کہ دولت کو صحیح جگہ پر صرف کیا جائے؛ چنانچہ فقیر کی روزی کسبِ حلال کے ذریعے ہے۔ فقیر جو کماتا ہے، محنتِ شاقّہ سے کماتا ہے۔ کسی سے دغا نہیں کرتا۔ اس کی روزی میں سمگلنگ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور کالا روپیہ کمانے کا کوئی دخل نہیں۔ رسولِ اکرمؐ کے ایک ارشاد کی طرف اشارہ کرکے اقبال کہتے ہیں کہ رزقِ حلال کمانے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے:

؎ آنکہ خاشاکِ بُتاں از کعبہ رُفت
مردِ کاسب را حبیب اللہ گُفت

(کلیاتِ اقبال، فارسی صہ ۲۴)

گویا فقیر کے نزدیک محنتِ شاقّہ سے کمایا رزق کی فراوانی بذاتِ خود بُری شے نہیں؛ البتّہ اس کا صحیح جگہ پر استعمال ضروری ہے۔ فقیر شراب، جوئے، گھڑ دوڑ اور لاٹری وغیرہ پر روپیہ ضائع نہیں کرتا بلکہ اپنی ضرورت سے زیادہ روپے کو مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے یا خیرات کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں اقبال فرماتے ہیں کہ جو یہ بات نہیں سمجھتا، وہ سیم و زر کا غلام ہے، اور ایسے لوگ قوم کے لیے فساد کی جڑ ہیں:

؎ گر نداری اندر ایں حکمت نظر
تو غلام و خواجۂ تو سیم و زر
از تہی دستاں کشِ داماں
از چنیں منعم فسادِ اُمّتاں

(کلیاتِ اقبال، فارسی صہ ۸۲۵)

چنانچہ اس صورت میں جبکہ فقیر کو اپنی روزی کسبِ حلال کے ذریعے حاصل کرتا ہے،

فقیری گداگری نہیں۔ فقر کے نزدیک کسی سے مانگنا انسانی غیرت اور عزت کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں:

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیسے!

(کلیاتِ اقبال، اُردو ص ۵۱۵)

اقبال کے ہاں مانگنا نہ صرف غیرت کے خلاف ہے بلکہ انسانی خودی یا شخصیت کی نشوونما کے لیے بھی زہرِ قاتل ہے۔ کہتے ہیں:

از سوال آشفتہ اجزائے خودی
بے تجلّی نخلِ سینائے خودی

(کلیاتِ اقبال، فارسی ص ۲۳)

فقر نہ مفلسی کا نام ہے، نہ ہی غم و اندوہ میں زندگی گزارنے کا نام۔ فقر، امیری کے خلاف نہیں۔ فقر کے لیے محنت اور کسبِ حلال سے پیدا کی ہوئی دولت قابلِ نفرین نہیں۔ محض مُفلسی اور غم و اندوہ کو اقبال فقر نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں:

میں ایسے فقر سے اے اہلِ حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

(کلیاتِ اقبال، اردو ص ۴۴۳)

قناعت

قناعت کا مطلب اقبال کے ہاں قطعاً یہ نہیں کہ انسان زیادہ کمانے کی کوشش نہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بوجوہ زیادہ نہ کما سکے تو اسے ناجائز ذرائع اختیار کر کے دولت جمع نہیں کرنی چاہیے، اور نہ ہی اسے تلخیِ دوراں کا شکوہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ فقر کے متعلق اقبال کہتے ہیں:

جو فقر ہوا تلخیِ دوراں کا گلہ مند
اُس فقر میں باقی ہے ابھی بُوئے گدائی!

(کلیاتِ اقبال، اردو ص ۶۳۷)

فقر کو استغنا اور بے نیازی سے کام لینا چاہیے۔

ے یہ استغنا ہے، پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
ہمیں بھی چاہیے مثلِ حبابِ آبجو رہنا
(کلیاتِ اقبال، اردو ص ۷۵)

توکّل

اسی طرح اقبال کے ہاں توکّل کا مطلب ہے کہ انسان انتہائی تگ و دو کرے اور پھر اس کا نتیجہ خدا پر چھوڑ دے، نہ کر سرے سے کوشش ہی نہ کرے۔ حدیث نبویؐ ہے کہ:

"پہلے شتر کے زانو باندھ کر اسے محفوظ کرلیں، پھر اُسے توکّلِ خدا پر چھوڑیں"

مومن کے لیے اقبال عزم اور توکّل، دونوں ضروری سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

ے مومن از عزم و توکّل قاہر است
گر ندارد ایں دو جوہر، کافر است!

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۸۰۴)

یہاں غیر اسلامی فقر کے متعلق کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ غیر اسلامی فلسفے میں فقیری سے مُراد گداگری لی جاتی ہے۔ اکثر برائے نام مجذوبوں، ملنگوں اور رسا دھوؤں نے کشکول اٹھاتے اور اپنے آپ کو فقیر کہا۔ ہندو فلسفے میں مفلسی اور فقیری کو لازم و ملزوم تصوّر کیا جاتا ہے۔ مفلسی اور تنگدستی فقیری کی خصوصیات ہیں۔ ڈ ایولن آنڈر ہل نے ایسے ہی موقع پر کہا ہے کہ اس قسم کے مجذوب فقیری کا مطلب تنگدستی سمجھتے ہیں (Mysticism, Page 205) اس سلسلے میں قناعت اور توکّل کا مطلب منفی معنوں میں لیا جاتا ہے۔ قناعت کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ جو ملے، اُسی کو کافی سمجھ لیا جائے اور مزید تگ و دو نہ کی جائے۔ اور توکّل سے مراد لی جاتی ہے کہ خود کوشش نہ کی جائے اور توقّع کی جائے کہ ہر چیز خود بخود خدا کی طرف سے آجائے گی۔

۳ — معاشرتی اقدار

فقر اسی معاشرے اور دنیا میں رہتا ہے۔ فقر ترکِ دنیا کا نام نہیں۔ فقر دنیا کے ہنگاموں اور معاشرتی زندگی سے کنارہ کشی نہیں کرتا۔ اس کی زندگی فعّال ہے، اور تگ و دو سے بھرپور۔ فقر ایک ہی حالت میں رہنے یعنی غیر متحرّک زندگی کا نام نہیں۔ اقبال نے دو ہی اشعار میں کُوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔

کہتے ہیں ے

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک، فقر و رہبانی
سکوں پرستی، راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی!

(کلیاتِ اقبال، اُردو، ص ۵۱۲)

نہ صرف یہ بلکہ اسے طاقت، حکمرانی اور سلطنت کی بھی ضرورت ہے۔ اور یہ منطقی نتیجہ ہے اس بات کا کہ اسے روحانی، مذہبی اور اخلاقی قدروں کی پیروی اور حفاظت کرنا ہے۔ اسے نہ صرف اپنی تقدیر بنانا اور خودی کی تکمیل کرنا ہے بلکہ دنیا کی تقدیر بھی بدلنا ہے:

گو فقر بھی رکھتا ہے اندازِ ملوکانہ
ناپختہ ہے پرویزی، بے سلطنتِ پرویز!

(کلیاتِ اقبال، اُردو ص ۳۱۸)

ایک اور جگہ کہتے ہیں متاعِ تیموری کے بغیر فقر صحیح معنوں میں فقر نہیں:

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری

(کلیاتِ اقبال، اُردو ص ۳۳۴)

تو فقر غلامی، کمزوری اور بے بسی کا نام!

حذر اُس فقر و درویشی سے، جس نے
مسلماں کو سکھا دی سربزیری

(کلیاتِ اقبال، اُردو ص ۶۷۲)

لیکن فقیر طاقت کا استعمال سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ یہ نطشے کے فوق البشر کی طرح نہیں جس میں محض طاقت ہی سب کچھ ہے بلکہ فقر واردات مصطفٰیؐ ہے جو جملہ خوبیوں کے علاوہ جلال اور جمال کا حسین امتزاج ہے۔ کہتے ہیں

فقر و شاہی وارداتِ مصطفٰیؐ است
ایں تجلیہائے ذاتِ مصطفٰیؐ است

(کلیاتِ اقبال، فارسی ص ۸۵۱)

؎ جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان!
(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۵۲۲)

مقامِ فقر

اقبال کے نزدیک اگر انسان میں فقر کی یہ خصوصیات یا اقدار پیدا ہو جائیں تو اس میں صفاتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اس کی شخصیت مکمل شخصیت بن جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک یہی تکمیلِ خودی اور تکمیلِ شخصیت ہے۔ وہ صحیح معنوں میں 'خلیفۃ الارض' بن جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ اُو مولیٰ صفات
(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۸۱۸)

؎ خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی مقام ہے مومن کی قوّتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظلِّ سبحانی
(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۴۹۴)

اس مقام پر انسان ایک بہت بڑی طاقت بن جاتا ہے کہ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا، تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

؎ ہر کہ حرفِ لا الٰہ از بر کند
عالمِ را گم بخویش اندر کند
(کلیاتِ اقبال فارسی، ص ۶۶۱)

امارت نہ بھی ہو تو بھی بڑے بڑے شہنشاہ اس سے کانپتے ہیں۔ اسی لیے اقبال نے کہا

؏ نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے!
(کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۳۴۰)

اس ضمن میں شاہ بوعلی قلندر پانی پتیؒ کی مثال دیتے ہیں کہ کس طرح علاءالدین خلجی کے گورنر کے چوبدار نے اُن کے مرید کو جو گورنر کی سواری دیکھ کر کورنش نہ بجالایا، اپنا عصا اس کے سر پہ دے مارا۔ فریاد کرنے پر شاہ بوعلی قلندرؒ نے بادشاہ کو لکھا:

"اس گورنر کو سزا دو ورنہ تمہاری سلطنت کسی اور کو دے دی جائے گی!"

باز گیر ایں عامل بدگوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

(کلیاتِ اقبال فارسی ص ۲۶)

بادشاہ اس فقیر کے مقام کو جانتا تھا۔ آخر کار جب امیر خسروؒ کی وساطت سے بادشاہ نے معافی مانگی تو بوعلی قلندرؒ نرم ہو گئے۔

یہ واقعہ خداتی صفات، جلال اور جمال کی حسین مثال ہے۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ خلفاے راشدین کی زندگی اس فقر کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ تو گویا فقر معاشی بدحالی، مفلسی، گداگری یا حرص کا نام نہیں، اور نہ ہی یہ ترکِ دُنیا کا نام ہے بلکہ فقر زندگی کا وہ طرز ہے جو جدّ و جہد سے پُر ہے اور تقویٰ یعنی عفّتِ قلب و نظر، قناعت اور توکل ایسی دولت سے مالا مال ہے۔ ایسے ہی فقر کے لیے رسولِ اکرمؐ نے فرمایا تھا "الفقرو فخری"، یعنی فقر میرے لیے باعثِ فخر ہے۔

نفسیاتی علاج

فلسفۂ فقر میں چار بنیادی باتوں سے بحث کی گئی ہے:

۱۔ فقیر خدا پر پختہ ایمان رکھتا ہے۔

۲۔ مقصدیت اس کی زندگی کا ایک اہم حصّہ ہے۔

۳۔ اس کی زندگی جدّ و جہد سے عاری نہیں، اور وہ گداگری کو معیوب سمجھتا ہے۔

۴۔ سوسائٹی یا مجلسی زندگی سے منقطع ہونا اس کا شعار نہیں۔

میرے نزدیک ان اقدار کو اپنانے والا مشکل مریض ہو سکتا ہے۔ مقامِ حیرت ہے کہ ماڈرن سائیکو تھریپی، کے کچھ مکتبہ ہائے فکر میں ان اقدار پر عمل پیرا ہونے کی پُرزور سفارش کی گئی ہے۔ یہ اس فلسفۂ فقر سے تو آشنا نہیں، مگر جن اقدار پر عمل کرنے کی سفارش کرتے ہیں، ان سے اس فلسفۂ فقر کی صریحاً تائید ہوتی ہے۔ یہاں یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ فلسفۂ فقر زندگی بسر

کرنے کے ایک رویّے یا روش کا نام ہے، اور اس رویّے کو اپنانے سے انسان میں تبدیلی رُونما ہوتی ہے۔ 'وجودی سائیکو تھریپی' کے اعتبار سے صحت مند رویّہ ایک صحت مند ذہن کے لیے اشد ضروری ہے۔ انسان کس قدر ہی مجبور کیوں نہ ہو، وہ حالات سے متعلق اپنا رویّہ اختیار کرنے میں ضرور آزاد ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ 'ماڈرن سائیکو تھریپی' مندرجہ بالا حقائق کے متعلق کیا نظریہ رکھتی ہے۔

۱۔ خدا پر پختہ ایمان ہونا

ای۔ این ڈکر اپنی کتاب بعنوان Psychotherapy میں لکھتا ہے کہ نفسیاتی اعتبار سے "خدا پر بھروسہ کرنے کی نسبت، انسانوں پر بھروسہ کرنا بے حد خطرناک ہے۔" (صفحہ ۲۹)

فلٹن جے شین اپنی کتاب Peace of Soul میں رقمطراز ہے:

"اپنے آپ سے اور دوسرے انسانوں سے بیگانگی، خدا سے علیحدگی کی وجہ سے ہے۔" (ص ۹)

۲۔ مقصدیت

وجودی سائیکو تھریپسٹ کے نقطۂ نظر سے، بے شمار ذہنی اُلجھاؤ اور نفسیاتی بیماریاں بے مقصد زندگی گزارنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مقصدیت کے بغیر ذہنی طور پر صحت مند رہنا بہت دشوار ہے۔ جس انسان کے سامنے جینے کا کوئی مقصد نہ ہو، وہ اعصابی مریض ہو جاتا ہے۔ Frankl جو Logotherapy کے سکول کی ایک اہم شخصیت ہے، کہتا ہے:

"مقصد زندگی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ زندگی ڈگمگاتی ہے، جب تک یہ اپنی موجودہ حالت سے ماورا ہونے کے لیے بسر نہ ہو۔"

Psychotherapy and Existentialism (ص ۱۲)

مقصدیت کے بغیر زندگی قطعاً مستحکم نہیں رہتی۔ وجودی خلا پیدا ہوتا ہے جو اُداسی، پژمردگی خودکشی (ص ۴۳) بیزاری اور محرومی کے احساس (ص ۱۴) کو جنم دیتا ہے۔

۳۔ جدّوجہد

جدّوجہد کے بغیر زندگی بے شمار نفسیاتی اُلجھنوں اور بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ مورینو کے مطابق بغیر جدّوجہد کے کسی چیز کو حاصل کرنا انسان میں فخر پیدا نہیں کرتا Interpretation Personality Theory, Page 401. بارو سے کوشنگ کہتا ہے کہ زندگی کو نارمل بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کام، مکمل کرنے کے لیے سامنے

ہونا چاہیے. Psychotherapy and Existentialism, p. 124.

Frankl کے مطابق غیر متحرک زندگی یا بیکاری یا د، ریٹائرمنٹ جس میں کوئی کام نہ رہے، اعصابی امراض کو جنم دیتی ہے۔ (الیضاً ص ۹۱) اس سلسلے میں Retirement Neurosis اور ——— Unemployment Neurosis اس کی مرغوب تراکیب ہیں (الیضاً صفحہ ۵-۱۲۴)

اگر زندگی سے اعلیٰ مقصدیت اور جدوجہد نکال لی جاتے تو گداگری اور مفلسی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ دستِ سوال دراز کرنے سے اور دوسروں پر انحصار کرنے سے شخصیت میں بے شمار ذہنی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

۴۔ سوسائٹی کا مقام

ڈاکٹر ایف جے فش جو ایک مشہور سائیکی ایٹرسٹ ہے، سوسائٹی سے قطع تعلقی کو انسانی نشوونما کے لیے زہر ہلاہل سمجھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ جو لوگ دوسرے انسانوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں، وہ طرح طرح کی نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (ص ۵۹)۔

میرے نزدیک فلسفہ فقر کو اپنانے کی جس قدر آج کے دور میں ضرورت ہے، اتنی شاید کبھی نہ تھی۔ ہر وقت دولت اکٹھی کرنے کی دوڑ ہے۔ رشوت ستانی، بلیک مارکیٹنگ کا دور دورہ ہے۔ اور اس افراتفری کے دور میں انسان اپنا ذہنی سکون کھو چکا ہے اور طرح طرح کی ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ماڈرن ایجادات سے فائدہ نہ اُٹھائے یا اس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، بلکہ یہ کہ خوب جدوجہد کرے۔ مگر اعلیٰ مقصد اور توکل و قناعت کے بغیر نہیں۔